سخنان

حسینیۂ حضرت غفران مآبؒ کے عہد بہ عہد حالات

آیۃ اللہ سید دلدار علی غفران مآبؒ اُس ذات گرامی کا نام نامی ہے جس نے عراق و ایران سے بحیثیتِ فقیہ و مجتہد جامع الشرائط ہندوستان واپس آکر حسب خواہش رئیس دیندار سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں لکھنؤ میں قیام فرمایا اور کئی سالوں تک شہر لکھنؤ میں اصلاح وتبلیغ کا کام انجام دیا ساتھ ہی دوسرے اضلاع میں جا کر علماء سے مناظرے اور مباحثے بھی کئے جب کافی حد تک اخباریت اور صوفیت کو شکست دے لی تو ایک دن یہ ہمت بھی کر ہی لی کہ اب شیعیان ہند کی نماز جماعت الگ قائم کی جائے اور نواب حسن رضا خاں کے محل میں ۱۳؍رجب ۱۲۰۰ھ روز جمعہ نماز ظہرین پڑھائی جس میں نواب آصف الدولہ کے علاوہ دوسرے نواب زادگان ورؤساء شریک تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ ہندوستان میں شیعوں کی پہلی نماز جماعت تھی۔ غور طلب بات ہے کہ جمعہ کا دن اور وہ شخص مقتدیٰ ہے جو نماز جمعہ کے سلسلے میں استدلالی رسالہ بھی تحریر کر چکا ہے اور جس کا مطالعہ نوابین وعہدیداران وتعلیم یافتہ حضرات کر بھی چکے ہیں پھر بھی نماز کسی مسجد میں نہ ہو کر قصر حسن رضا خاں میں ہو رہی ہے اور جب قصر میں ہو رہی ہے تو لامحالہ عوام کا زیادہ گذر نہ ہوگا بس خواص ہی خواص ہوں گے اور پھر نماز جمعہ ہوئی بھی تو ۲۷؍رجب ۱۲۰۰ھ کو شاید نواب ہی کے قصر میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیہ کی نظر دیکھتی ہے کہ کب کیا ہونا چاہئے، چند سال تبلیغی واصلاحی کوششیں کیں پھر جمعہ کے دن ۱۳؍رجب کو نماز ظہرین قصر نواب میں پڑھا کر پہلے خواص کو عملاً اپنا ہم خیال بنالیا پھر نماز جمعہ کی تیاری شروع کر دی۔ بہر حال جتنی بھی کسر رہ گئی تھی اسے پوری کر کے آخر کار ۲۷؍رجب کو نماز جمعہ پڑھا دی۔ غفران مآبؒ کے بڑے فرزند سلطان العلماء حضرت رضوان مآبؒ کی ولادت باسعادت ۱۷؍صفر ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۴ء کو لکھنؤ میں ہوئی اور نماز جمعہ ۲۷؍رجب ۱۲۰۰ھ میں ہوئی اس بات سے عام آدمی بھی یہ نتیجہ تو نکال ہی سکتا ہے کہ ابھی علمی اعتبار سے غفران مآبؒ کی ذات تن تنہا ہے پھر بھی صوفیت واخباریت نیز صاحبان اقتدار کی غلط کاریوں سے مقابلہ کر کے شیعوں کو بحیثیت قوم پیش کر دیا ہاں اتنا ضرور ہے کہ غفران مآبؒ کے امور خیر میں شریک وسہیم خاص طور پر نواب حسن رضا خاں اور چند رفقاء اور ممکن ہے کچھ مبتدی تلامذہ ہوں لیکن آہستہ آہستہ وسیع وعریض ہندوستان میں بسنے والے مومنین کے لئے رسالے کے رسالے تیار کر دیئے جنھوں نے مذہب حقہ کے مخالفین سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پہلے اپنے شریعت کدہ پر اور پھر حسینیہ میں جسے علماء دار السلام ہند کہتے تھے مدرسۂ علم واجتہاد قائم فرمایا اور جس کے سیکڑوں طلاب کو اجازۂ پیش نمازی دے کر ہندوستان بھر میں بکھیر دیا انھیں تلامذہ میں تقریباً ایک درجن علماء ایسے بھی تھے جو درجۂ فقاہت واجتہاد پر فائز ہوئے اور خود غفران مآبؒ نے انھیں اجازات اجتہاد بھی عطا فرمائے جن میں سے آپ کے بیٹے آیۃ اللہ سید مہدی کا جوانی میں انتقال ہو گیا مگر دو فرزند یعنی سید العلماء آیۃ اللہ سید حسین علیینِ مکان (جنھیں چھوٹے قبلہ وکعبہ یا میرن صاحب کہا جاتا تھا) پہلے اور ان کے بعد

سلطان العلماء آیۃ اللہ سید محمد رضوان ماب (جنھیں بڑے قبلہ وکعبہ کہا جاتا تھا اور جو اودھ میں حکومت شرعیہ کے بانی تھے) بعد میں پوری دنیائے شیعیت میں اعلم مانے گئے، اس بات کو صاحب جواہر اور صاحب ضوابط کی تحریروں سے سمجھا جاسکتا ہے اور مزید معلومات کے لئے علامہ مفتی میر محمد عباس شوستریؒ کے تصانیف (۱) اوراق الذہب (عربی، حالات سید العلماءؒ) (۲) ظل ممدود (مکاتیب عربیہ علماء اعلام واجوبہ مکاتیب) (۳) ظل ممدود (مکاتیب فارسیۂ علماء عظام وجوابات خطوط) (۴) رطب العرب (دیوان عربی) (۵) مرتضیات حُسینیہ (فارسی، حالات سید العلماءؒ) (۶) اخلاق حسینیہ (فارسی، حالات سید العلماء) وغیرہ کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

غرض کہ ایک غفران مآبؒ اور دسیوں کام (فرزندان وتلامذہ تو پندرہ بیس سال بعد ہاتھ بٹائیں گے) تمام علوم کی تدریس بھی فرمارہے ہیں اور مخالف علماء سے مناظرے اور مباحثے بھی کررہے ہیں، بدعات وبے جارسوم کا خاتمہ بھی کررہے ہیں اور صوفیت واخباریت پر زبان وقلم سے بھرپور وار بھی، شیعوں کے عبادات وتبلیغی اجتماعات کے لئے مسجدیں اور عزاخانوں کی جگہ جگہ تعمیر بھی ہورہی ہے اور سنی شیعہ اتحاد کی فضا بھی سازگار کی جارہی ہے، عوام کے ساتھ نوابین وحکام تک کو پابند دین ومذہب بھی کیا جارہا ہے اور خلق خدا کے سیراب ہونے کے لئے جابجا کنویں بھی بنوائے جارہے ہیں بلکہ عراق میں نہر آصفی بھی تیار ہورہی ہے۔ ایک طرف بڑے کتب خانے کی تشکیل میں مصروف تو دوسری طرف تحقیق وتصنیف میں مشغول اور ایسے کارنامے کہ دنیا بھر کے علماء حیرت میں پڑگئے، اگر غرباء ومساکین کی امداد ہورہی ہے تو طلاب دینیہ کا جی بھر تعاون بھی اور یہ سلسلہ صرف لکھنؤ پر ختم نہیں ہوا بلکہ نجف، کربلا اور دیگر مقامات مقدسہ کے علماء وطلاب تک کو مدد پہنچائی جانے لگی ساتھ ہی روضۂ حضرت امام حسین اروا حنالہ الفدا کی تعمیر میں حصہ اور ۱۲۱۹ھ تک تو ہر تحریک کامیاب ہی کامیاب اور عہد امجد علی شاہ میں جب حکومت شرعیہ کا قیام ہوا تو (اگرچہ حضرت غفران مآبؒ رحلت فرماچکے تھے) تحریک غفران مآبؒ کو معراج ہی حاصل ہوگئی تھی۔

جہاں جناب غفران مآبؒ دیگر امور خیر کی تعمیل کے لئے بے حد کوشاں رہے وہیں نشر حسینیت وترویج عزاداری میں ساری زندگی کمربستہ رہے اور یہ کام ان کی نظروں میں اتنا اہم تھا کہ دنیا سے جاتے جاتے اپنے فرزندوں کو عزائے سید الشہداؑ کو فروغ دینے کی وصیت بھی کرتے گئے یہی وجہ ہے کہ آج بھی خاندان اجتہاد، تقریباً تیس تصانیف خصوصاً اثارۃ الاحزان علی القتیل العطشان (معتبر مصائب حضرت سید الشہدائؑ بزبان عربی) اور دو مسجدوں کے علاوہ دو عزاخانے آپ کی یادگار ہیں۔

غفران مآبؒ کے عزائی خدمات کو قدسیؔ جائسی نے اپنے ''خاندان اجتہاد'' نامی مسدس میں بڑے ہی اچھے انداز میں پیش کیا ہے چند بند ملاحظہ ہوں:

تیرا جلوہ ڈھونڈتی تھی ہند کی تیرہ فضا — ہند کا تاریک مطلع تو نے روشن کردیا
تو نے فرمائی حسینی انجمن آراستا — تو ہوا بانی عزائے سید مظلومؑ کا

بن گیا تو خود شہیدؑ کربلا کا سوگوار
اہل ایماں کو رلایا صورت ابر بہار

روشن اس عالم میں کی شمع عزا صد مرحبا　　جب حسینی کارنامہ تھا جہاں بھولا ہوا
کربلا کا واقعہ اک قصہٗ پارینہ تھا　　لوگ اسرار شہادت سے بھی تھے ناآشنا

تو نے سمجھی قدر خون ناحق معصومؑ کی
تو نے ترویج عزائے سید مظلومؑ کی

فدیہ حق، سبط پیغمبر حسین ابن علی　　از سرنو جس نے بخشی دین حق کو زندگی
ہندوالوں کی نظر میں اس کی وقعت کچھ نہ تھی　　معرفت کی شمع تو نے انجمن افروز کی

تو نے سمجھے ماتم سلطان دیں کے فائدے
پائے مضمر اس میں ارباب یقیں کے فائدے

سب کو شیدائے امام انس وجاں فرما دیا　　ملک دل میں سکّہ عرفاں رواں فرما دیا
مدتوں سے جو نہاں تھا وہ عیاں فرما دیا　　راز مخصوص بقائے دیں بیاں فرما دیا

طاعت حق سمجھی لوگوں نے اطاعت شاہؑ کی
یاد فرزند پیمبرؐ ٹھہری یاد اللہ کی

تو نے اپنے جانشیں سے بہر ترویج عزا　　کی وصیت اے عزادار شہید کربلا
اس وصیت میں کچھ ایسا زور تھا تاکید کا　　جانشینوں میں ترے جاری ہے اس کا سلسلہ

تیری سعی بار آور مستحق داد ہے
سب کے لب پر نام شہ کا، دل میں شہ کی یاد ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت غفران مآبؒ اوران کے پانچ آیات عظام فرزندوں کے تلامذہ سے جو علمی خانوادے تیار ہوئے کسی کی یادگار میں کوئی قابل ذکر امامباڑہ نہیں ہے لیکن حضرت غفران مآبؒ نے ایک عزاخانہ اپنے وطن میں بنوایا اور ایک لکھنؤ میں اور دونوں حسینیۂ غفران مآبؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے اکبر اولاد سلطان العلماء کے فرزند اکبر منصف الدولہ شریف الملک مولانا سید محمد باقر نے ایک کربلا تعمیر کروائی جو کربلائے منصف الدولہ یا مولوی صاحب کی کربلا یا کربلائے مہدی گنج کے نام سے مشہور ہے اور جناب کے اصغر اولاد سید العلماء سید حسین کے دونامور فرزندوں یعنی ممتاز العلماء سید محمد تقی اور زبدۃ العلماء سید علی

نقی نے الگ الگ امامباڑے بنوائے جو حسینیہ جنت مآبؒ اور حسینیہ مولانا علی نقی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اور سب ہی میں سال بھر مجلسوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

ہندوستان کیا ایران وعراق میں بھی روضہ خوانی (ذاکری) کم علم یا بے علم افراد کرتے تھے مگر غفران مآبؒ نے ہندوستان میں اس کمی کو یوں پورا کیا کہ مواعظ اور فضائل ومصائب کے لئے منبر کو اپنایا اور پھر ان کی نسل کے زیادہ تر فقہاء وعلماء جناب کی سیرت پر عمل کرتے رہے اور آج جس ڈھنگ کی ذاکری رائج ہے اس کے بانی بھی خاندان اجتہاد ہی کے ایک عظیم فقیہ ومحقق یعنی بحرالعلوم آیۃ اللہ سید محمد حسین (جناب علّن صاحب) طاب ثراہ ہیں۔

بحرالعلوم کے بعد اس خانوادے کے علماء نے اپنی شہرۂ آفاق ذاکری کے ذریعہ جو عزا کی خدمت کی وہ قطعاً نا قابل فراموش ہے اس گروہ کے سربرآوردہ افراد میں خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن فاطر، کہف العلماء آیۃ اللہ سید ابن حسن، حکیم الامۃ علامۂ ہندی آیۃ اللہ سید احمد، ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء آیۃ اللہ سید کلب حسین (کبّن صاحب)، سید العلماء آیۃ اللہ سید علی نقی نقوی، خطیب اکبر سید الواعظین مولانا سید اولاد حسین شاعرؔ (للّن صاحب)، فقیہ مؤتمن ممتاز العلماء سید ابوالحسن (منّن صاحب پدر سید العلماءؒ)، انتخاب العلماء عمدۃ الواعظین مولانا سید سبط محمد ہادی (کلّن صاحب)، سید العلماء آیۃ اللہ سید علی نقی نقوی طاب ثراہ، صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب رحمت مآب اور علاّمہ نصیر اجتہادی طاب ثراہم ہوئے ہیں۔ اور آج بھی ممتاز حیثیت سے مفکر اسلام ڈاکٹر مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ، قائد ملت حجۃ الاسلام مولانا سید کلب جواد صاحب قبلہ اور خطیب انقلاب مجاہد ملت سید حسن ظفر صاحب قبلہ وغیرہم مستقل خدمتِ عزا میں مصروف ہیں۔

غفران مآبؒ کے عہد سے سلطان العلماء بلکہ ملک العلماء کے بعد بحرالعلوم تک مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کا زمانہ رہا چونکہ مرثیے کے کچھ اجزا ضمیرؔ لکھنوی ہی کے وقت میں طے ہو گئے تھے اور پھر عہد انیسؔ و دبیرؔ میں تو یہ فن شباب پر تھا، ایک ہی واقعہ کو طرح طرح سے نظم کرنا کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اس تغیر وتبدل میں بات یا واقعہ کچھ کا کچھ ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی طبع زاد واقعہ نظم ہوتا تھا یہ بات فقہاء وعلماء خاندان اجتہاد کو ناگوار گذرتی تھی چنانچہ ابتداء ہی میں اپنے ہی عزا خانے میں غفران مآبؒ نے ایک غلط تخییل نظم کر کے پڑھتے ہوئے میر ضمیرؔ کو ٹوک دیا بلکہ یہ کہہ کے منبر سے اتار لیا کہ یہ غلط بیانی کی جگہ نہیں ہے اور فوراً سلطان العلماء سے کہا کہ منبر پر تشریف لے جایئے اور آج سے آپ خطاب فرمائیں گے چنانچہ اب سلطان العلماء ذاکری فرمانے لگے اور دس محرم کی مجلس ہمیشہ غفران مآبؒ ہی پڑھتے تھے۔ سلطان العلماء کے بعد ملک العلماء مغفرت مآبؒ نے ذاکری کی ان کے بعد ملاذ العلماء آیۃ اللہ سید ابوالحسن صاحب اور بحرالعلوم آیۃ اللہ سید محمد حسین علّن صاحب نے اور ان لوگوں کے بعد آیۃ اللہ سید ابوالحسن رضوی کشمیری شاگرد رشید تاج العلماءؒ نے چند سال ذاکری کی اور ان کے ارتحال کے بعد بحکم قدوۃ العلماء عمدۃ العلماء ذاکر شام غریباں مولانا کلب حسین صاحب قبلہ نے ذاکری کے فرائض انجام دینا شروع کر دیئے، کبّن صاحب کے انتقال کے بعد سے صفوۃ العلماء مولانا

کلب عابد صاحب قبلہ نے مجلسیں پڑھی اور اب مولانا کے جانشین قائد ملت خطاب فرما رہے ہیں۔

گذشتہ سطور میں میں نے یہ بات لکھی تھی غفران مآبؒ اور ان کی اولاد امجاد کے علاوہ ان کے تلامذہ میں جو علمی خانوادے تیار ہوئے ان میں سے کسی نے بھی اقامت عزاء ونشر حسینیت کے لئے کوئی قابل ذکر مرکز یعنی حسینیہ تعمیر نہیں کیا اور نہ ہی ان میں کوئی لائق ذکر ذاکر ہوا یہ جو چند دنوں سے علمی خانوادے میں ایک ایک ذاکر دکھائی دے رہے ہیں یہ خدمت عزا کے سلسلے کی پہلی ہی کڑیاں ہیں۔

غفران مآبؒ کا میر ضمیر کو منبر سے اتار لینے کے بعد خاندان اجتہاد کو اس کی بھی فکر ہوئی کہ فن نہیں بلکہ فریضۂ مرثیہ نگاری کو بھی علماء کے سپرد کیا جائے چنانچہ فقہاء ہی کے اشارے پر خاندان اجتہاد کے کچھ علماء نے مرثیہ نگاری پر خصوصی توجہ دی اور پھر تاریخ شاہد ہے کہ لکھنؤ میں مرثیہ کے چار دبستان ہو گئے یعنی دبستان عشقؔ، دبستان انیسؔ، دبستان دبیرؔ اور دبستان خاندان اجتہاد۔

دبستان خاندان اجتہاد کے ان ممتاز شعراء کے اسماء پیش ہیں جو علماء میں بھی محسوب تھے۔ مولانا سید محمد جعفر امیدؔ اجتہادی، خلاق مضامین مولانا نواب سید مہدی حسین ماہرؔ اجتہادی، مولانا محمد اصطفا (لڈن صاحب) خورشیدؔ اجتہادی، استاذ الاساتذہ مولانا نواب سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی، ملک الشعراء مولانا سید بندہ کاظم جاویدؔ اجتہادی، عمدۃ الشعراء مولانا سید ساجد حسین فہیمؔ جائسی، دعبل ہند مولانا سید فرزند حسین ذاخرؔ اجتہادی، فخر الذاکرین مولانا وجاہت حسین ناظمؔ اجتہادی، لسان الشعراء مولانا سید مجاور حسین تمناؔ جائسی، سید الواعظین خطیب اکبر مولانا سید اولاد حسین شاعرؔ وغیرہم نیز غیر علماء میں شاعر امی سید صادق علی ''چھنگا صاحب'' حسینؔ جائسی وغیرہم اور نوحہ نگاری کو تو اس خانوادے کے شعراء نے آسمان ہفتم پر پہنچا دیا بلکہ ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ ہندوستان میں صرف خاندان اجتہاد کے علماء وشعراء ہی کے نوحے زیادہ تر پڑھے جاتے رہے ہیں۔ آیئے اب اس ماتم کدہ کی تاریخ پیش کریں جو ہندوستان میں سب سے اہم تبلیغ حقائق ومعارف اسلام، نشر حسینیت اور ترویج عزائے سید الشہداء علیہ التحیۃ والثنا کا مرکز ہے یعنی غفران مآبؒ کا امامباڑہ۔

حسینیہ حضرت غفران مآبؒ تاریخ کی روشنی میں

۱۲۱۰ھ میں غفران مآبؒ نے ایک غیر پختہ عزاخانہ تعمیر کروایا جو علامہ کا مدرسۂ علم واجتہاد بھی تھا اور فروغ عزاداری کا مرکز بھی اور یہی سنہ قدوۃ العلماء نے ''حالات خاندانی'' میں اور سید العلماء نے ''تذکرۂ عمدۃ العلماء'' میں تحریر فرمایا ہے اور خود عمدۃ العلماء نے اپنے بیان مجلس شام غریباں میں یہی سن پیش کیا ہے۔ لیکن پختہ اور عالی شان عزاخانے کی حیثیت سے ۱۲۲۷ھ میں تعمیر ہوا جیسا کہ جائس کے مشہور تاریخ نگار سراج الشعراء مولانا سید آل محمد مہرؔ جائسی نے اپنی کتاب ''خاندان اجتہاد کے علمی وادبی خدمات'' میں اور مشہور سوانح نگار زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی نے اپنے مضامین اور کتابوں میں اور دیگر علماء وادباء نے تحریر فرمایا ہے اور بندہ نے ایک مخطوطے میں اس کا تاریخی نام ''رشک جنّت'' پڑھا ہے اور مولانا سید تقی حسن نقوی تقیؔ جائسی نے ''تاریخ جائس'' میں اس کا تاریخی نام ''آخرت گاہ'' تحریر کیا ہے۔

۱۲۳۱ھ میں غفران مآبؒ کے فرزند علامہ وفقیہ کا انتقال ہوگیا اور وہ اپنے والد کے امامباڑہ میں مدفون ہوئے مدرسہ عزاخانہ میں چل ہی رہا ہے پھر غفران مآبؒ نے کچھ کمرے اساتذہ وطلاب کے لئے اور تعمیر کروائے تو خود ہی تاریخ نکالی:

''مزار و مدرسہ ہم جائے ماتم سبطین''

۴ ۳ ۲ ۱ ھ

نجم العلماء مولانا سید ہدایت حسین ابن زبدۃ العلماءؒ ابن سید العلماءؒ ابن حضرت غفران مآبؒ نے اپنی کتاب ''نجوم تواریخ'' (۱۳۱۶ھ) میں لکھا ہے کہ غفران مآبؒ نے ''شہر لکھنؤ میں بھی ایک وسیع و پُرفضا امام باڑہ تعمیر فرما کر وقف فرمایا اور اس مقام کو مجلس فضائل ومصائب، مدرسہ اور محل قبور مقرر فرمایا جیسا کہ مصرع مادۂ تاریخ جو کہ خود جناب غفران مآبؒ نے نظم فرمایا ہے اور دیوار امامباڑہ مذکور میں بقلم جلی لکھوایا ہے جو بخوبی واضح ہوتا ہے اور وہ مصرع یہ ہے ''مزار و مدرسہ ہم جائے ماتم سبطین'' (۱۲۳۴ھ) اور اسی امام باڑہ میں وہ جناب مدفون ہوئے اور اکثر خاندان اجتہاد و دیگر علماء وفقہاء واتقیاء کے قبور ہیں الحق کہ یہ امام باڑہ نہایت مقام طیب وطاہر و جائے نزول رحمت حضرت غافر ہے اور بعد عتبات عالیات عرش درجات کے یہ زمین بھی کم از روضۂ جنت نہیں ہے اور اسی امام باڑے کے جانب غرب ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی ہے مگر حیات میں انجناب کے تعمیر نہ ہونے پائی تھی بعد انتقال انجناب کے صاحبزادہ سلطان العلماء نے تعمیر فرمائی''۔

۱۹؍رجب ۱۲۳۵ھ کو حضرت غفران مآبؒ نے رحلت فرمائی، لکھنؤ کیا پورا ہندوستان ماتم کدہ بن گیا جگہ جگہ ہندوستان میں غفران مآبؒ کی ترحیم روح کے لئے مجالس وقرآن خوانی واطعام کا سلسلہ مہینوں چلتا رہا۔ اس عہد کا کون ساعربی، فارسی اور اردو کا شاعر تھا جو مراثی وقطعات تواریخ نظم کرنے میں مصروف نہ رہا ہو یہی نہیں بلکہ ایران وعراق کے فقہاء وعلماء واد باء بھی ہندیوں کے اس غم میں شریک رہے اور ان میں سے بہتوں نے مراثی نظم کر کے سلطان العلماء وسید العلماءؒ کے پاس بھیجے۔

علامۃ العلماء آیۃ اللہ سید احمد علی محمد آبادی طاب ثراہ نے بھی تاریخ وفات لکھی جس کے چند شعر پیش ہیں:

فقیہ و مجتہد و عالم و مروّج دیں	شریف مکہّ علم و کمال وفضل و تقا
ضیائے دیدۂ دروازۂ مدینۂ علم	عزیز مصر سیادت، سپہر مجد و عُلا
ندید چشم فلک مثل ایں مجدد دیں	کہ شاہد اند بفضل وبزرگیش اعدا
جمال در خور علم و کمال داشت ازاں	کہ شد ز روز ازل مہبط فیوض خدا
بہ آبیاری ارشاد آں سحاب فیوض	دمید در گل ناچیز ہندیش گلہا
رسید چوں شبِ تاسع عشر ز ماہ رجب	سفر بروضۂ رضواں نمود از دنیا
دریں مصیبت جانکاہ شیعیاں یکسر	بسوز سینہ نمودند ماتمے برپا

چو ایں مصیبت عظمیٰ در اہل دیں روداد | بدل گذشت کہ تاریخ آں کنم انشا
سروش غیب ہمان وقت ناگہاں فرمود | ستون دیں بزمین اوفتاد واویلا

۵ ۳ ۲ ۱ ھ

ایک دوسرا قطعہ جو''نجوم تواریخ''میں موجود ہے اس کے چند اشعار پیش ہیں:

میر دلدار علی سلطان ملکِ اجتہاد | نیک سیرت، پاک طینت،کوہ تمکیں، دیں پناہ
شد نہاں درمغرب مرقدِ چو آں خورشید دیں | روز روشن چوں شب یلدا بچشمم شد سیاہ
شارع شرع متین وحامیٔ دین مبیں | نور چشم مصطفیٰ، لختِ دلِ شیر الٰہ
داشت از انوار فیضش دہر را روشن مدام | در جوانی بود چوں خورشید در پیری چوماہ
بود باہرکس مساوی خلق او بے بیش و کم | پیش او بودند یکساں اہل فقر و اہل جاہ
مثل او کس دافعِ شر عدواللہ نشد | دین احمد را نباشد مثل او کس خیرخواہ
بیگماں عیسیٰ نفس بودے پئے احیاء دیں | میر ساندے بر صراط مستقیم آں خضر راہ
از برائے صید مرغان معانیٔ بلند | دام گستر دے بروئے صفحہ از تار نگاہ
کافراں از خود اگر آرند ایماں دور نیست | جہد او نگذاشتہ در حق و باطل اشتباہ
سالِ تاریخ وفات آں جنابِ مستطاب | گفت دل۔اے مقتدائے شیعیان حیدر آہ

۵ ۳ ۲ ۱ ھ

مولانا میر منشی غلام حسین رضوی شائقؔ جائسی (پل غلام حسین لکھنؤ میں آپ ہی کے نام سے مشہور ہے) لکھتے ہیں:

بغمِ سید دلدار علی ہادیٔ دیں | کہ نبد مثلش وہمتاش ز دنیا شدہ حیف
جگر فرقۂ اثنا عشری چاک بچاک | دل ہر مومن دیندار شدہ غم کدہ حیف
بہ جہاں شور قیامت شدہ کو دامن خویش | بہ ہوائے سفر ملک بقا برزدہ حیف
پئے تاریخ وفاتش چو کشو دم بسوال | لب پر شور بحالے کہ بدل پربدہ حیف
ملکے گفت نمودند بخاکش چونہاں | مہ تابان ہدایت بکسوف آمدہ حیف

۵ ۳ ۲ ۱ ھ

(ماخوذ از دیوان دوازدہم شائقؔ جائسی مرحوم)

قطعۂ تاریخ مولانا سید محمد اسمٰعیل منیرؔ شکوہ آبادی متوفی ۱۲۹۰ھ

قبلۂ اہل حدیث وکعبۂ اہل کلام — روح قدسی، پیشوائے جن وانساں ہائے ہائے
جامع معقول ومنقول، اشرف ابرار عصر — اعلم واتقہ، پناہ اہل ایماں ہائے ہائے
نائب پاک ائمہؑ، بحر زہد وعلم وفضل — میر دلدار علی ہادیٔ دوراں ہائے
اورع واتقی، کلیم اوج طور اجتہاد — ہست تصنیفات او بے حدو پایاں ہائے ہائے
نظم کردم مصرعِ تاریخ رحلت اے منیرؔ — وارث سلم پیمبرؐ اوج ایماں ہائے ہائے

۵ ۳ ۲ ۱ ھ

مقتدائے عارفانِ حق، ملاذ مومنین — ناصرِ اسلام و دیں، حامیؔ شرع اعتقاد
چھوڑ کر یہ عالم فانی گئے سوئے بہشت — ہوگئی روحِ معطر خلقت رحمت سے شاد
دوسری تاریخ میں نے اور موزوں کی منیرؔ — ہائے بدر پاک دیں، مہر سپہر اجتہاد

۵ ۳ ۲ ۱ ھ

(ماخوذ از کلیات منیرؔ شکوہ آبادی ص ۵۹۶، مطبع ثمر ہند، لکھنؤ)

سلطان العلماء رضوان مآبؒ نے اپنے عہد میں امام بارہ سے متصل ایک مسجد تعمیر کی جواب بھی پرانی تعمیر ہی کی صورت میں موجود ہے۔ جس کے سنگ تعمیر پر کندہ ہے:

اَشْهَدُ اَنَّ مَوْلَانَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ

۹ ۳ ۲ ۱ ھ

۱۲۹۰ھ میں جناب سید واجد علی صاحب رئیس کی کوشش سے عمارت حسینیہ میں کچھ ترمیم ہوئی اور صدری دروازہ تعمیر ہوا اس موقع پر علامہ مفتی میر محمد عباس شوستریؒ شاگرد سید العلماءؒ نے قطعۂ تاریخ نظم فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

این تعزیت سرا کہ ز غفران مآبؒ ہست — مانند کعبہ، قبلۂ حاجات مرد و زن
اینجا ہزار مرتبہ مجلس بنا شدہ — از قطرہ ہائے اشک فتادہ دُر عدن
ہر صفہ و رواق وے و ہر حظیرہ اش — پاکیزہ منزل بر کاتست بے سخن
این خوابگاہ مجتہد العصر والزّماں — سید محمد است وحسین است و ہم حسن
در ہر مقام وے کہ ستونے ستادہ است — سرویست از حدیقہ وشمعیست در لگن
چوں از جفائے دہر دراں رخنۂ فتاد — بشکست خانۂ دل ما از غم وحزن

والا نژاد سید واجد علی بنام   توفیق یافتہ ز خداوند ذوالمنن
یکجا سعادت دو جہاں درسہ روح اوست   در چار عنصر است تولائے پنجتنؑ
از حب اہلبیتؑ کہ دارد بآب وگل   گردید در بنائے حسینیہ قطرہ زن
تعمیر آں تمام شد از اہتمام او   مانند نظم بیت بکلک وزبان من
دروازۂ جدید بناکرد یک طرف   چوں باب صبر پیش روی خانۂ محن
دوشینہ التماس زمن کرد عالمی   تاریخ این بنا کہ پسندید اہل فن
چوں صبح دم ز خامۂ من ریخت رشحہ ہا   باد صبا کشود دو صد نافۂ ختن
گل کرد سال ایں ہمہ تعمیر از قلم   شد نو بنو بنائے عزاخانۂ کہن
۱۲۹۰ھ

قدوۃ العلماء آیۃ اللہ سید آقا حسن کے بنا کردہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے اجلاس دوم منعقدہ لکھنؤ ۱۹۰۸ء میں لسان القوم مولانا سید علی نقی صفی لکھنوی مرحوم نے جو مخمس پڑھا تھا اور جس میں امام باڑہ غفران مآبؒ کی مرمت کے لئے مومنین سے امداد طلب کی تھی اس کے چند بند حاضر ہیں۔

اے لکھنؤ اے مرکز! ہم اہل تشیع کے   کیا ہوگئے بتلا تو ارباب ہمم تیرے
زندہ ہیں ترے مردے، مردہ ہیں ترے زندے   اے کاش کوئی دیکھے عبرت کی نگاہوں سے
وہ قبلہ وکعبہ کا مشہور عزاخانہ

گرتی ہوئی دیواریں ہیں قوم سے فریادی   ٹوٹی ہوئی محرابیں ہیں مائل بربادی
یہ مقبرہ اس کا ہے جو قوم کا تھا ہادی   جنبش میں ذرا آ جا اے قوتِ امدادی
ہستی کا عمارت کی لبریز ہے پیمانہ

تیری رگِ غیرت میں گر کچھ بھی حرارت ہے   اے قوم دل افسردہ فرض اس کی مرمت ہے
جو ہند کے خطّہ میں اک تختہ جنت ہے   حیف اس کی مرمّت کو چندہ کی ضرورت ہے
چندہ نہ کہوں اس کو ہے خلد کا بیعانہ

بس قوت ہمدردی دل میں نہ اٹھا محشر   ہیں جمع یہاں ماشاء اللہ کرم گستر
فصدِ رگِ غیرت کو درکار نہیں نشتر   ہاں جوش میں اب آ جا یہ نظم صفی سن کر
اے خون جوانمردی اے ہمت مردانہ

پھر اجلاس سوم شیعہ کانفرنس منعقدہ لکھنؤ ۱۹۰۹ء میں حضرت صفی نے ایک جو ''معذرت نامہ'' نامی نظم پڑھی پیش ہے:

ابھی کچھ اور سُنے جاؤ ہم کو کہنے دو — ہمارے دکھتے ہوئے دل پہ ہاتھ رہنے دو
وفائے وعدہ ہے دشوار وعدہ آساں ہے — کیا ہے جرم اگر بخش دو تو احساں ہے
قصوروار ہیں دل کو ملال ہو کہ نہ ہو — ہمیں خیال ہے تم کو خیال ہو کہ نہ ہو
علاج کر نہ سکے اپنے دل کے داغوں کا — دکھائیں خاک تماشا بجھے چراغوں کا
ہمارے جلسۂ قومی کا تھا وہ پہلا سال — کہ اس طرف متوجہ ہوا تھا سب کا خیال
جناب قبلہ وکعبہ کا تعزیہ خانہ — قیامت آئی بنا چاہتا ہے ویرانہ
اجل نے کی ہے جہاں ہر طرف چمن بندی — جھلک رہی ہے مزاروں سے اک نشاں مندی
نہ جاؤ دور یہیں علم کے دفینے ہیں — سپردِ خاک عجب قیمتی نگینے ہیں
یہی ہے منزل روشن فلک وقاروں کی — فرو دگاہ چمکتے ہوئے ستاروں کی
پڑے ہیں پھول وہ بکھرے زمیں کے دامن پر — دکھا رہا ہے یہ طبقہ بہشت کا منظر
اسی بہشت کے قصروں کا حال ابتر ہے — پڑے ہوئے ہیں وہ رخنے کہ عقل ششدر ہے
اگرچہ ایک نظر دیکھ لیجئے روکار — شکست دل کی خبر دیں گے خود درودیوار
ستون خم کا اشارہ ہے یہ خوش اعمالو! — سنبھالنا کہ چلا میں سنبھالنے والو!
ہمارا ہند میں ہاں وادی السلام ہے یہ — مقدس اور متبرک عجب مقام ہے یہ
مٹا جو نقش تو آئے گا قوم پر دھبّا — یہ حال سن کے نہ کیوں اہل دل کو جوش آتا
ہوئی یہ انجمن جعفریہ کی تحریک — کہ اس چمن کی درستی میں دل سے ہے وہ شریک
یہ لکھنؤ نے مگر طے کیا کہ حسبِ رواج — ہم اپنے زخم جگر کا کریں گے آپ علاج
ہمیں کریں گے مرمت امام باڑہ کی — ہمیں پہ فرض ہے خدمت امام باڑے کی
چنانچہ فکر یہی تھی اسی کی تھی تدبیر — کہ ناگہاں ہوئی ظاہر نحوستِ تقدیر
وہ پیش آتے رہے واقعاتِ جانفرسا — کہ ہم کو ہائے کسی بات کا نہ ہوش رہا
گذر گئی جو گذرنی تھی نیم جانوں پر — یہ شعر حضرت آتشؔ کا تھا زبانوں پر
چلی ہے ایسی زمانے میں کچھ ہوا اُلٹی — کہ سیدھی بات سمجھتے ہیں آشنا الٹی

اسی موقع پر امام باڑہ غفران مآبؒ کے تعمیر فنڈ میں امداد کے لئے کتاب ''لخت جگر'' کی خریداری کی قوم کو توجہ دلانے کے

لئے ایک قطعہ بھی صفی مرحوم نے جلسہ میں پڑھا تھا:

ہمارا جوش بھی افسوس جوشِ وقتی ہے
صفی یہ کہہ کے مرا دل ہے خود بھرا آتا
خرید لیتی جو قوم ایک ایک ''لخت جگر''
امام باڑۂ غفران مآبؒ بن جاتا

''شیعہ کانفرنس کی ایک روئیداد سے پتہ چلتا ہے کہ امام باڑہ کی شیعہ کانفرنس کی جانب سے ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۱ء کے درمیان کچھ مرمت ہوئی تب بھی بہت کچھ باقی تھی، یہ عزاخانہ کی روک تھام کا سبب ہوئی لیکن افسوس کہ اس مرمت میں اس کے بہت سے کتبے چونے سے سفید ہو گئے اور اب صرف ایک شجرہ جو قبر اقدس حضرت غفران مآبؒ کے حجرے کی دیوار پر موجود رہ گیا ہے حالانکہ وہ بھی جا بجا سے مٹ گیا ہے لیکن اگر وہ باقی ماندہ بھی مٹ گیا تو ایک بڑی چیز ہاتھ سے جاتی رہے گی۔''

اجلاس ہشتم شیعہ کانفرنس منعقدۂ ۲۰/اکتوبر ۱۹۱۴ء مطابق ۲۹/ذیقعدہ ۱۳۳۲ء بمقام لکھنؤ صفی نے پھر ایک نظم تصنیف کر کے پڑھی، ملاحظہ ہو:

قوم کچھ تجھ کو زمانے کی خبر ہے کہ نہیں
دل بے حس پہ ترے کوئی اثر ہے کہ نہیں
درد مندان محبت کی بھی کچھ ہے پروا
پاس دل ہے کہ نہیں تیرے جگر ہے کہ نہیں
ہم نے مانا ترا آغاز بہت اچھا تھا
لیکن انجام پہ بھی اپنے نظر ہے کہ نہیں
مٹتے جاتے ہیں سب آثار قدیمہ تیرے
باز پرس اس کی بتادے ترے سر ہے کہ نہیں
دور کیوں جاؤ یہیں ایک عزاخانہ ہے
جس پہ تم ناصیہ سا تھے یہ وہ در ہے کہ نہیں
قبلہ و کعبہ نے تعمیر کیا تھا جس کو
درو دیوار شکستہ وہی گھر ہے کہ نہیں
اس عمارت کی مرمت کو مکمل کردے
ہم میں اتنا بھی کوئی حوصلہ ور ہے کہ نہیں
ہو سرِ سبزہ خوابیدہ کوئی سایہ فگن
اس چمن میں کوئی ایسا بھی شجر ہے کہ نہیں
یادگار علماء آہ مٹی جاتی ہے
قوم اے قوم توجہ کچھ ادھر ہے کہ نہیں
اٹھیئے گردان کے اب دامن ہمّت لِلّٰہ
باندھیئے پیکر نازک میں کمر ہے کہ نہیں
قافلہ آپ کے اسلاف کا پہنچا ہے جہاں
آپ کو بھی وہی درپیش سفر ہے کہ نہیں
مضمحل قوت احساس ہوئی جاتی ہے
چارہ گر کوئی دوا زود اثر ہے کہ نہیں
ساری دنیا کی ترقی کا ہے محنت پہ مدار
ہم میں قلت اسی عنصر کی مگر ہے کہ نہیں
نیک وبد ہم کو سکھاتا ہے زمانہ لیکن
کچھ نہیں سوجھتا یہ ضعفِ بصر ہے کہ نہیں
قوم اے پیکر بے حس ترے پتھر دل میں
قطرۂ خوں نہ سہی کوئی شرر ہے کہ نہیں

شکن زلفِ گرہ گیر میں الجھی ہے نگاہ کسی ٹوٹے ہوئے دل کی بھی خبر ہے کہ نہیں
نزع کا وقت ہے دم توڑ رہا ہے اسلام صفِ ماتم پہ کوئی خاک بسر ہے کہ نہیں
بارہویں چاند امامت کے نکل آ جلدی دوش پر حفظِ الٰہی کی سپر ہے کہ نہیں
کاش اٹھے پردۂ غیبت کہ ہوں روشن آنکھیں شب فرقت کی خدا جانے سحر ہے کہ نہیں
موعظہ رنگ تغزل میں ہے دلکش ایجاد دیکھ لو نظم صفیؔ سلکِ گہر ہے کہ نہیں

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے اجلاس ہشتم منعقدہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۴ء مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ر ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ بمقام رفاہ عام کلب لکھنؤ زیر صدارت آیۃ اللہ علامہ سید علی حائری لاہوری کی روئیداد مرتبہ مولانا سید علی غضنفر اجتہادی جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس میں نواب سید محمد ذکی خاں صاحب ہاتفؔ کی سفارتی رپورٹ بھی شائع ہوئی تھی جس میں ہاتفؔ مرحوم لکھتے ہیں کہ ''لکھنؤ تہذیب وشائستگی، خلق ومروت، فصاحت وبلاغت، سخاوت وایمانداری، خوش وضعی ووضعداری کے علاوہ قومی بلکہ مذہبی اعتبار سے تمام ہندوستان میں ایک نہایت درجہ ممتاز، قابل فخر اور دار العلم والعمل ہے، جو اپنی ندرت کے اعتبار سے قلب ہندوستان کے مبارک لقب سے مخاطب ہونے کا پورا مستحق ہے.........فرمانروایانِ سلطنت اودھ کا ۱۱۳۲ھ سے ۱۲۷۲ھ تک یعنی ایک سو کتالیس سال تک دار السلطنت رہا ہے جہاں کے تاجدار از ابتدا تا انتہا سب ہی شیعیانِ حیدر کرار علیہ السلام تھے، اسی بنا پر سلطنت اودھ، سلطنت ایران کے بعد تمام عالم میں عدیم النظیر سلطنت تھی جس کے بقیہ آثار ہی دیکھ کر کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے۔.........امام باڑہ جناب غفران مآبؒ حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام جناب مولانا السید دلدار علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کا بنا کردہ ہے اور محلہ پاٹانالہ میں واقع ہے نہایت مقدس ومتبرک وقدیم عمارت ہے اور تاریخ اس بنا کی ''مزار ومدرسہ ہم جائے ماتم سبطین'' ہے۔ اس امام باڑے میں اکثر علماء ومجتہدین کے قبور مقدسہ وقفِ خاص میں ہیں اور اکثر مومنین اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے بعض علماء بھی وقف عام میں دفن ہیں مگر افسوس کہ یہ مقدس عمارت ایسے حال خراب میں مبتلا ہے کہ خود اپنے حال زار پہ زار زار رو رہی ہے۔ امام باڑہ کن کن نائبان حضرت حجۃ عَجَّلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیْف کی خوابگاہ ہے ان میں سے ہر ایک بزرگوار اپنے اپنے زمانے میں حجۃ الاسلام، آیۃ اللہ فی الانام، محیی السنۃ اور قامع الضلالۃ والبدعۃ تھا۔

''تذکرۂ جناب عمدۃ العلماء'' میں ہے (بقول رازؔ اجتہادی) کہ حسینیۂ غفران مآبؒ ۱۹۱۵ء کی برسات میں شکست وریخت کی زد میں آیا مولانا سید سبط محمد ہادی عرف مولانا کلّن صاحب کی کوشش سے کچھ اس کی مرمت ہوسکی پھر ایک مرتبہ اس کی شہ نشین دھنس گئی۔ جناب عمدۃ العلماء نے ڈھائی تین ہزار روپئے کے خرچ سے میرے زیر نگرانی اس کی تعمیر کرائی۔

۱۹ر رجب ۱۳۳۶ھ کو زیر سرپرستی قدوۃ العلماء طاب ثراہ حسینیۂ غفران مآبؒ میں حضرت غفران مآبؒ کی صد سالہ یادگار کی عظیم الشان مجلس میں قدسیؔ جائسی مرحوم نے جو مسدس پڑھا تھا اس میں غفران مآبؒ سے خطاب ہے کہ

تجھ کو تھی اک خاص ارادت حضرت شبیرؑ سے — کشتۂ تیر و سنان و نیزہ و شمشیر سے
سید خونیں کفن سے، سرورِ دلگیر سے — فاطمہؑ زہرا کے ماہِ کامل التنویر سے
آیتِ عشقِ حسینی ہے حُسینیہ ترا
مرکز جذب حقیقی ہے حُسینیہ ترا

اس حُسینیہ کا رتبہ ہو نہیں سکتا بیاں — کربلائے ہند ہے یہ خطۂ جنت نشاں
بعد مردن مل گئی دو گز زمیں جس کو یہاں — فی الحقیقت پا گیا گویا وہ عمر جاوداں
اس کے دامن میں نہاں وہ گوہر شہوار ہیں
جن کے دل زیر زمیں بھی مطلع انوار ہیں

گو ہے آغوشِ حُسینیہ میں تو رونق فزا — دل شکستہ پھر بھی ہے یہ تیرے غم کا مبتلا
دل بہت مشتاق ہے تیری نگاہ لطف کا — گو یہ بے حس تھا مگر پھر بھی کلیجہ پھٹ گیا
ٹوٹی دیواریں، شکستہ در ہیں اک تصویر غم
بے ترے یہ حال اس کا ہو گیا تیری قسم

چادر گل قبر اطہر پر چڑھاتا ہوں حضور — گل بھی وہ گل جن کے جلووں سے خجل رخسار حور
خون دل پانی ہوا جب تو ہوا ان کا ظہور — جتنے گل ہیں اتنے دل ہیں دل وہ ساطع جن سے نور
لالہ زار فکر کے جلوے ہیں یا روشن چراغ
جلوہ زار نظم کے غنچے ہیں یا پھولوں کا باغ

آستاں بوسی کی حسرت کھینچ لائی ہے مجھے — جنبش جذب عقیدت کھینچ لائی ہے مجھے
جوشش خون ارادت کھینچ لائی ہے مجھے — لکھنؤ تک کوئی قوت کھینچ لائی ہے مجھے
کہہ خدا سے دن پھریں جائس نصیر آباد کے
اب تو پانی پھر رہا ہے نام پر اجداد کے

ماہنامہ ''مبلّغ''، لکھنؤ کے ''غفران مآبؒ نمبر'' رجب وشعبان ۱۳۴۹ھ میں (جس کے مدیر ابوالبلاغہ مولانا سید علی داور اجتہادی تھے) ایک مضمون ''حسینیۂ غفران مآبؒ'' سے متعلق مولانا علی داور صاحب کا شائع ہوا تھا جو اس ''خاندان اجتہاد نمبر شمارہ ۸ میں شائع کیا جارہا ہے اور چند نظمیں شائع ہوئی تھیں ان سب ہی میں امامباڑہ کی تعمیر کی اپیل ہے۔ اگر چہ اب اس تحریک کی سب

سے فعّال ذات دنیا میں نہیں رہ گئی یعنی جناب قدوۃ العلماءؒ (جو ہمیشہ اس عزاخانے کی مرمت میں دامے، درمے، قدمے، سخنے مصروف رہے) کا ۷ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء کو انتقال ہو چکا ہے مگران کا صالح جانشین تو موجود ہے۔

غفران مآبؒ نمبر کے وہ اشعار جو حسینیۂ غفران مآبؒ سے تعلق رکھتے ہیں پیش ہیں۔ مولوی دلدار علی رازؔ فرماتے ہیں:

مجتہد کیا مجتہد گر آپ تھے اسلاف میں — منفرد تھے، تھا نہ کوئی دوسرا اصناف میں
آپ کا چلتا تھا سکہ ہند کے اکناف میں — مجتہد ہوتے رہے ہیں آپ کے اخلاف میں

آپ نے اونچا کیا پہلے لوائے اجتہاد
آپ سے قائم ہوئی بے شک بنائے اجتہاد

آپ بہر خاتم اسلام تھے گویا نگیں — آپ ہی سے ہند والوں میں ہوئی تجدید دیں
محفل اسلام کے تھے آپ ہی مسند نشیں — آپ ہی سے کتنی شمعیں ہند میں روشن ہوئیں

کس نے کس نے آپ کے آگے نہیں کھولی کتاب
اصلِ فرعِ علم دیں تھے آپ ہی غفراں مآبؒ

آپ کا مرہون منت آج تک اسلام ہے — نام سے سرکار ہی کے خاندان کا نام ہے
آپ ہی کا آج تک جاری یہ فیض عام ہے — مُہر اس پر آپ کی ہے جو چھلکتا جام ہے

مست وحدت ہوگیا گر پی لیا جام آپ کا
ہوگیا ساقی وہی جس نے لیا نام آپ کا

کام آئی ہے ہمارے آج ہمت آپ کی — بار آور ہوگئی جو کچھ تھی محنت آپ کی
کار موسیٰ کر گئی سعی ہدایت آپ کی — مشعل حق بن گئی دنیا میں زحمت آپ کی

مرکز کفر وجہالت تھا جہاں میں لکھنؤ
آج دارالعلم ہے ہندوستاں میں لکھنؤ

آپ نے ہم کو دکھائی عز و شان اجتہاد — ہر قدم سے آپ کے ظاہر تھی آن اجتہاد
ہے قبیلہ آپ ہی کا بوستان اجتہاد — آپ پر نازاں نہ کیوں ہو خاندان اجتہاد

کارنامے کربلا کے ہو چلے تھے دل سے دور
عزتِ خون شہیداں آپ نے رکھ لی حضور

ڈوب جانے سے بچایا دیں کا بیڑا آپ نے　　خون دل سے گلشن مذہب کو سینچا آپ نے
پا کے بے حس قوم کو ہمتائے عیسیٰ آپ نے　　روح تازہ پھونک دی تن میں مسیحا آپ نے

کوششوں سے آپ کی اسلام زندہ ہوگیا
لیجئے لِلّٰہ کروٹ پھر زمانہ سو گیا

آپ سے اسلام کو حاصل ہوا عزّ و وقار　　آپ تھے ملک شریعت کے جہاں میں تاجدار
سو گئے ہم کو جگا کر آپ خود زیر مزار　　آج عبرت کا نمونہ ہے شکستہ یادگار

کس طرح در منہدم، دیوار خم دیکھا کریں
آپ کی آرام گہہ مٹ جائے ہم دیکھا کریں

دفن ہونے کے لئے ہے تختۂ جنت زمیں　　مل گئی دو گز جگہ پھر ہم کو مطلب کچھ نہیں
گرتا ہے کس کا مکاں تھا کون اس گھر کا مکیں　　دفن ہونا ہے ہمارا ہو ہی جائیں گے کہیں

ہوگیا گر بند وقف عام کیا پرواہ ہے
عیش باغ آرام کرنے کو ہے سیدھی راہ ہے

ہائے یہ غفلت ہماری ہائے یہ خواب گراں　　ہند میں جو جو بھی ہے شمع شریعت ضوفشاں
آپ کے پرتو سے وہ روشن ہے اب تک بیگماں　　مٹ کے سرکار شریعت، بن گئے کتنے مکاں

نام سے تھا آپ کے اپنا زمانہ میں وقار
خانداں تو مٹ چکا اب مٹ رہی ہے یادگار

کل تو تھے تیار تعمیر عمارت کے لئے　　ہے گراں امداد ہم کو اب مرمت کے لئے
جو بھی ہمدردی تھی وہ سب تھی ضرورت کے لئے　　دوسرا گھر دیکھ لیں گے اپنی تربت کے لئے

یہ تو مانا یہ مکاں ہے قصر جنت کا جواب
ایسے کاموں کے لئے پیسہ نہیں لیکن جناب

پروفیسر ناصری کہتے ہیں:

آہ وہ قبلہ و کعبہ کا عزا خانہ آہ　　مدفن مجتہدین وعلمائے ذی جاہ
روضۂ سبط نبی رشک جہاں عرش پناہ　　کسمپرسی وخرابی میں بصد حال تباہ